ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS
CC BY NC

فاطمہ بتول
ریسرچ سکالر، پی ایچ ڈی، شعبہ اردو، قرطبہ یونیورسٹی ،ڈیرہ اسماعیل خان (کے پی کے)
ڈاکٹر مزمل حسین
پروفیسر اردو، شعبہ اردو، قرطبہ یونیورسٹی ،ڈیرہ اسماعیل خان (کے پی کے)

احمد فراز کا مزاحمتی رویہ: رومانویت اور انقلاب کا امتزاج

Fatima Batool*
Doctoral Candidate, Department of Urdu, Qurtuba University, Dera Ismail Khan (KPK).
Doctor Muzamal Hussain
Professor of Urdu, Department of Urdu, Qurtuba University, Dera Ismail Khan (KPK)
***Corresponding Author:**

Ahmad Faraz's Resistance: A Blend of Romanticism and Revolution

Ahmed Faraz (1931–2008), a renowned Urdu poet from Pakistan, is celebrated for blending romantic introspection with themes of revolution and resistance, particularly against authoritarian regimes. Born Syed Ahmad Shah in Kohat, he pursued advanced studies in Urdu and Persian literature, drawing inspiration from progressive poets like Faiz Ahmed Faiz and Mirza Ghalib, which shaped his voice as a "poet of the people." His works, spanning collections such as Tanha Tanha and Ghazal Bahana Karon, evolved from personal emotions of love and melancholy to overt critiques of social injustice, political oppression, and military dictatorships, reflecting a deep commitment to freedom of expression and human rights. Ahmad Faraz's poetry is a compelling blend of romantic fervor and revolutionary spirit, echoing the aspirations and struggles of a bygone era. His verse is a testament to the enduring power of love, justice, and freedom, inspiring readers to challenge the status quo. This analysis explores the intricate fusion of Faraz's romantic and

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

revolutionary sensibilities, revealing a poet who distilled the essence of his time into verse that continues to resonate with profound impact. Resistance behavior in Faraz's poetry manifests as defiant protest against institutional censorship and tyranny, often symbolized through metaphors of siege, exile, and the indomitable power of the written word over brute force. A prime exemplum is his nazm "Muhasara" (The Siege), composed during self-imposed exile in Britain under General Zia-ul-Haq's regime, where Faraz was arrested for reciting verses challenging military rule. The poem depicts an enemy (symbolizing the dictator) encircling the city with troops, extinguishing sources of rebellion, and demanding surrender of the poet's integrity and pen. Faraz responds with unyielding resolve, asserting that his pen is not a tool of sycophancy or betrayal but a sacred trust from his people and a court of conscience, capable of breaking sieges of oppression: "My pen is the pious gift of my people. / My pen is the court of my conscience." This illustrates resistance as an active, intellectual defiance—contrasting the "protest of the pen" against the "power of the sword"—rooted in historical cycles of renewal, where martyred suns give way to new dawns. This behavior fosters collective rebellion, inspiring social change through art, as Faraz's exile and return underscore the enduring impact of poetic dissent in dismantling oppressive systems. Ultimately, understanding Faraz's resistance reveals poetry as a weapon of the marginalized, transforming personal suffering into universal calls for justice and resilience.

Key Words: *Ahmad Faraz, Resistance, Blend, Romanticism, Revolution, Poetic, Transforming, Universal.*

احمد فراز، جن کا اصل نام سید احمد شاہ تھا، اردو ادب کے ان عظیم شعرا میں سے ایک ہیں۔ جنھوں نے نہ صرف محبت کی نازک اور رومانی جہتوں کو الفاظ کا روپ دیا بلکہ سیاسی جبر، آمریت اور سماجی ناانصافیوں کے خلاف آواز بھی بلند کی۔ ۱۲ جنوری ۱۹۳۱ کو کوہاٹ میں پیدا ہونے والے فراز نے اپنی شاعری کے ذریعے ایک ایسا مزاحمتی رویہ اپنایا جو رومانوی لطافت اور انقلابی جذبے کا خوبصورت امتزاج پیش کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں مزاحمت صرف نعرہ بازی نہیں بلکہ انسانی ضمیر کی گہری آواز ہے، جو ظلم کے خلاف خاموشی کو ناقابلِ برداشت قرار دیتی ہے۔ ان کی وفات ۲۵ اگست ۲۰۰۸ کو ہوئی، مگر آج بھی ان کا کلام نوجوانوں کے دلوں میں مزاحمت کی شرار پیدا کرتا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

ابتدائی زندگی اور ادبی پس منظر

احمد فراز کا تعلق ایک ادبی خاندان سے تھا۔ ان کے والد سید محمد شاہ برق فارسی اور اردو کے ممتاز شاعر تھے، جس نے فراز کو شاعری کی وراثت میں ملی۔ انہوں نے ایڈورڈز کالج پشاور سے تعلیم حاصل کی اور پشاور یونیورسٹی سے اردو اور فارسی میں ایم اے کیا۔ کالج کے دنوں میں فیض احمد فیض اور علی سردار جعفری جیسے ترقی پسند شعرا ان کے رول ماڈل بنے، جن کا اثر ان کی شاعری میں واضح نظر آتا ہے۔ ابتدائی طور پر فراز کی شاعری رومانی تھی، مگر پاکستان کے سیاسی حالات خاص طور پر فوجی آمریتوں نے انہیں مزاحمتی شاعری کی طرف مائل کیا۔ ان کی پہلی کتاب تنہا تنہا (۱۹۵۸) نے انہیں شہرت دی، جو محبت اور تنہائی کے جذبات سے بھری تھی، مگر جلد ہی ان کی نظمیں سماجی اور سیاسی مسائل کی عکاسی کرنے لگیں۔

احمد فراز کا اصل نام سید احمد شاہ تھا۔ وہ ۱۲ جنوری ۱۹۳۱ کو کوہاٹ، خیبر پختونخوا، پاکستان میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایک معزز سادات خاندان سے تھا اور ان کی مادری زبان پشتو تھی۔ والد سید محمد شاہ برق خود بھی ایک معروف شاعر تھے، اس لیے ادبی ورثہ انہیں فیملی سے ملا۔ اختر جمال لکھتے ہیں:

""احمد فراز ۱۴ جنوری ۱۹۳۱ میں صوبہ سرحد میں واقع نوشہرہ میں پیدا ہوئے"[(۱)]

بچپن سے ہی احمد فراز کا رجحان اردو زبان اور ادب کی طرف تھا، باوجود اس کے کہ ان کے والد انہیں ریاضی اور سائنس کی تعلیم دلوانا چاہتے تھے۔ انہوں نے پشاور کے ایڈورڈ کالج سے اردو اور فارسی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی انہوں نے ریڈیو پاکستان کے لیے فیچر لکھنے کا آغاز کیا اور بی اے کی تعلیم کے دوران ان کا پہلا شعری مجموعہ "تنہا تنہا" شائع ہوا۔ احمد فراز خود اپنے اس شعر کو اپنے مزاحمتی مزاج کا عکاس قرار دیتے ہیں:

" گو کہ فنی لحاظ سے یہ شعر اتنی اہمیت کا حامل نہیں لیکن طبقاتی ناہمواری کے بارے میں میرے اختلافی جذبات کا ترجمان ضرور تھا کہ میں نے احتجاج کے طور پر کہا تھا"[(۲)]

احمد فراز نے اپنی شاعری کا آغاز احمد شاہ کوہاٹی کے نام سے کیا، بعد میں فیض احمد فیض کے مشورے سے تخلص "فراز" اختیار کیا۔ ان کا ادبی پس منظر کلاسیکی اور جدید اردو شاعری دونوں کے اثرات کا حامل تھا، جس میں انہوں نے محبت، مزاحمت، اور وطن دوستی کے موضوعات کو شاعری میں نمایاں کیا۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلہ

احمد فراز بچپن میں تعلیمی استعداد کے حوالے سے نارمل بچوں میں شمار ہوتے تھے۔ خاص طور پر انہیں ریاضی کے مضمون کی تفہیم میں بے حد دشواری پیش آتی۔ان کے والد نے ان کی ریاضی کے مسئلے کو دیکھ کر ایک رشتہ دار(جو کہ ریاضی میں مہارت رکھتی تھی) کو کہا کہ وہ انہیں ریاضی پڑھایا کریں۔ابھی ریاضی کی اس کلاس کو چند دن ہی گزرے تھے کہ استانی صاحبہ نے احمد فراز سے سوال کیا کہ کیا تمہیں اشعار یاد ہیں تو فراز نے کہا کہ میرے والد صاحب خود شاعر ہیں اور ان دونوں کے مابین بیت بازی کا سلسلہ شروع ہوا لیکن یہ مقابلہ جلد ہی ختم ہو گیا کیونکہ احمد فراز کو چار سے پانچ اشعار ہی یاد تھے۔اس مقابلے میں ہار کر احمد فراز کو ندامت محسوس ہوئی اور انھوں نے باقاعدہ طور پر اشعار یاد کرنے پر توجہ دی۔ آفتاب احمد عرشی لکھتے ہیں:

> "بیت بازی شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گئی یعنی کہ تین اشعار کے بعد احمد فراز کی شکست ہونا شروع ہو گئی۔اب فراز کواحساس ہونے لگا کہ شعر یاد ہونا اور بات ہے اور موقع پر شعر آنا اور بات ہے۔اس لڑکی کے جانے کے بعد احمد فراز کواحساس ہوا کہ وہ جیسے اس سے بیت بازی کا کھیل نہیں بلکہ زندگی سے ہار گئے ہوں"(۳)

بعد ازاں انہوں نے ریڈیو پاکستان میں اسکرپٹ رائٹر کے طور پر کام کیا اور بعد میں پشاور یونیورسٹی میں اردو کے استاد مقرر ہوئے۔۱۹۷۶ میں پاکستان کی اکادمی ادبیات کے پہلے سربراہ بنے اور جنرل ضیاءالحق کے دور میں جلاوطنی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ کراچی میں ان کی پہلی ملازمت ریڈیو اسٹیشن کراچی میں بطور اسکرپٹ رائٹر ہوئی۔انھوں نے اسکرپٹ رائٹر کی حیثیت سے اپنی ملازمت کا سلسلہ جاری رکھا۔اس دوران سب سے اہم مسئلہ کراچی سے پشاور کی مسافت کا تھا۔احمد فراز کو اپنی والدہ سے بہت لگاؤاور محبت تھی۔اس لیے والدہ سے دور رہنا ان کے لیے بہت سے مسائل کا سبب بنا۔انھوں نے کراچی سے پشاور ریڈیو اسٹیشن تبادلے کی کوششیں شروع کر دیں اور بالآخر ان کا پشاور ریڈیواسٹیشن تبادلہ ہو گیا۔ساجد امجد اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "اس جاں فشانی کا پسینہ پونچھنے کے بعد اس نے پلٹ کر دیکھا تو پشاور بہت دور نظر آیا۔اسے اپنی ماں کی یاد آنے لگی۔وہ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا۔اب

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ اکیلا رہ گیا ہے۔رات کو کبھی آنکھ کھل جاتی تو گھنٹوں جاگتا رہتا۔اب وہ اس فکر میں تھا کہ کس طرح اس کا تبادلہ پشاور ریڈیو اسٹیشن ہو جائے۔ملازمت بھی قائم رہے اور اپنوں میں بھی پہنچ جائے۔بالآخر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوا تو پشاور ریڈیو اسٹیشن پر آ گیا"(۴)

احمد فراز نے پشاور ریڈیو اسٹیشن پر بھی کچھ عرصہ اسکرپٹ رائٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔اس دوران انہیں پشاور یونیورسٹی سے لیکچرر کے آسامی کے لیے خط موصول ہوا۔انھوں نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا کہ ریڈیو کی ملازمت کو جاری رکھا جائے یا یونیورسٹی میں لیکچرر کے آسامی قبول کی جائےَ بالآخر انھوں نے پشاور یونیورسٹی میں لیکچرر کی آسامی کو بہتر سمجھتے ہوئے قبول کیا اور ریڈیو پاکستان ملتان سے سکرپٹ رائٹر کی آسامی سے استعفیٰ دے دیا۔

مزاحمتی شاعری کا آغاز: سیاسی جدوجہد

فراز کی مزاحمتی شاعری کا عروج پاکستان کی فوجی حکومتوں کے دور میں ہوا۔ ۱۹۷۰ کی دہائی میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے خاتمے کے بعد، جنرل ضیاء الحق کی آمریت نے ان کی آواز کو خاموش کرنے کی کوشش کی۔ فراز نے عوامی سطح پر اپنی مزاحمتی شاعری پڑھنے شروع کی، جو مشاعروں میں سنائی جاتی تو سامعین میں طوفان برپا کر دیتی۔ ایک مشہور واقعہ یہ ہے کہ جب انہوں نے ضیاء دور میں محاصرہ جیسی نظم سنائی، تو انہیں فوری طور پر گرفتار کر لیا گیا۔ یہ نظم آمریت کے محاصرے کو ایک علامتی طور پر بیان کرتی ہے، جہاں شاعر کی آواز دبائی جاتی ہے مگر وہ خاموش نہیں ہوتی۔

احمد فراز کی مزاحمت صرف شعری سطح تک محدود نہ رہی۔ انہوں نے خود ساختہ جلاوطنی اختیار کی اور چھ سال تک برطانیہ، کینیڈا اور یورپ میں رہے۔ اس دور میں لکھی گئی ان کی نظمیں جیسے دیکھتے ہیں اور محاصرہ عالمی سطح پر سراہی ملیں۔ ۱۹۸۸ میں بے نظیر بھٹو کی حکومت کے قیام پر واپس آنے والے فراز نے مزاحمت کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا۔ ۲۰۰۴ میں جنرل پرویز مشرف کی طرف سے دیا گیا ہلالِ امتیاز انہوں نے ۲۰۰۶ میں واپس کر دیا، جو سرکاری پالیسیوں کے خلاف احتجاج تھا۔ یہ رویہ ظاہر کرتا ہے کہ فراز کے لیے شاعری اور مزاحمت ایک دوسرے سے الگ نہ تھیں۔ دونوں انسانی آزادی اور انصاف کی جدوجہد تھیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ملکی سیاست میں اتار چڑھاؤ کا سلسلہ جاری رہا۔اس دوران جمہوری حکومتوں کے ساتھ فوجی حکومتیں بھی قائم ہوئیں لیکن احمد افراد نے کچھ عرصہ کے لیے خود کو ان تمام معاملات سے الگ تھلگ کیے رکھا۔بعد ازاں مشرف کا دور آیا تو احمد فراز نے ان کے دور حکومت کو بہترین دور قرار دیا اور ان کو بہترین حکمران قرار دیا۔احمد فراز کو جنرل پرویز مشرف حکومت کی طرف سے۲۰۰۶ میں ہلال امتیاز سے نوازا گیا جو انھوں نے قبول کر لیا۔ان کے دوستوں نے انہیں طنز کا نشانہ بنایا تو احمد فراز نے جواب دیا:

"میں نے تو ایک فوجی کی دی ہوئی سزا بھی قبول کر لی تھی یہ تو ایک ایوارڈ ہے"(۵)

اس دور میں احمد فراز نے ایک انٹرویو دیا۔اس انٹرویو میں انھوں نے حکومت کے خلاف کچھ باتیں کیں۔جس کی پاداش میں انہیں نیشنل بک فاؤنڈیشن کے عہدے سے ہٹا دیے گیا۔حکومت کی طرف سے کیا جانے والا یہ عمل انہیں سخت ناگوار گزرا انھوں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف کو ایک خط لکھا اور اس خط میں اپنے شکوے شکایات پیش کیے لیکن ان کے اس خط کا کوئی جواب نہیں ملا بالآخر وہ دل برداشتہ ہو کر جنرل پرویز مشرف سے ملے اور براہ راست انداز میں شکوے شکایت کرنے کے ساتھ ہلال امتیاز واپس کر دیا۔احمد فراز ملازمت سے سبکدوش ہو چکے تھے۔انھوں نے زندگی کے باقی ایام فراغت میں گزارے۔

شاعری میں مزاحمتی عناصر: رومانویت اور انقلاب کا امتزاج

احمد فراز کی شاعری میں مزاحمت اور رومانویت کا گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ان کی شاعری دو اہم جذبوں، احتجاج مزاحمت اور رومانی محبت، پر مشتمل ہے جو کہ ان کے کلام کو منفرد انداز اور وسیع جہت عطا کرتے ہیں۔ مزاحمت کی شاعری میں وہ آمریت، جبر اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں جبکہ رومانویت میں عشق، محبت اور انسانی احساسات کے باریک ترین رنگ دکھاتے ہیں۔ان کے کلام میں محبت اور مزاحمت آپس میں جڑ جاتے ہیں، جہاں محبت آزاد روح کی علامت ہوتی ہے اور مزاحمت ظلم کے خلاف اس آزادی کی جدوجہد کو بیان کرتی ہے۔

جدید شعرا کے ہاں بھی مزاحمت کے رویے نظر آتے ہیں۔جدید شعرا میں مزاحمتی رویوں کے حوالے سے احمد فراز کا نام بھی نمایاں نظر آتا ہے۔احمد فراز نے اپنی غزلیات اور نظموں میں معاشرتی جبر اور ظلم کی مختلف

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

صورتوں کے خلاف مزاحمتی رویہ اپنایا ہے۔ ان کی مزاحمت، کی ایک فرد، ایک کردار، معاشرے یا فکر کے خلاف نہیں ہے بلکہ وہ ظلم اور ناانصافی کی تمام صورتوں کے خلاف علمِ احتجاج بلند کرتے ہیں۔ احمد فراز کی غزلیات میں بھی مزاحمت کی مختلف صورتیں ملتی ہیں۔ احمد فراز کے ہاں مزاحمت کے اظہار میں سچ کا پہلو ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں سچ اور ادبیت باہم مربوط ملتے ہیں۔ پروفیسر غیاث الدین فاروقی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "احمد فراز کی شاعری میں سچ اور حقیقت پوشیدہ ہوتی ہے۔ ان کا ذہن مختلف عناصر اور ذائقوں کا ایک وسیع سمندر ہے۔ جس میں سچ، حقیقت کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ سچ اور آرٹ، ایک طرح سے دونوں مختلف ہوتے ہیں اور جہاں سچ ہو وہاں آرٹ یعنی ادب کم ہو جاتا ہے۔ مگر احمد فراز نے کمالِ فن میں سچ اور آرٹ دونوں کو انتہائی خوبصورتی سے شیر و شکر کر دیا ہے"(۶)

احمد فراز نے اپنی غزلیات میں مزاحمت پسندی کے رجحان کے تحت کئی پہلوؤں کے عکاسی کی ہے۔ غیاث الدین فاروقی کی مندرجہ بالا رائے کے مطابق ان کی غزلیات میں شامل اشعار میں مزاحمت اور ادب ہم آہنگ اور یکجا نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اپنی غزلوں میں مزاحمت کی ذیل میں براہ راست اندازِ تخاطب اختیار نہیں کیا بلکہ وہ ادبی پیرائے میں مزاحمتی انداز اور رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کی غزلیات میں مزاحمت کے حامل بے شمار اشعار ملتے ہیں۔

احمد فراز جہاں مزاحمتی رویوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ اپنے مزاج اور شخصیت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ وہ اپنی شخصیت کی عکاسی کرتے ہوئے خود کے ساتھ آزادی بغاوت اور مزاحمت کے رویے جوڑتے ہیں۔ وہ خود کو غزلاانِ دشت و صحرا سے تشبیہ دیتے ہوئے اپنے اسیری کا تذکرہ کرتے ہیں اور وضاحت کرتے ہیں کہ ان کی یہ اسیری دراصل ان کے مزاج اور شخصیت کے متضاد صورت ہے:

"فراز ہم وہ غزالانِ دشت و صحرا ہیں
اسیر کر کے جنھیں لوگ لائے شہروں میں "(۷)

احمد فراز نے اپنی غزلیات میں شامل اشعار میں سے کرداروں کے عکاسی بھی کی ہے۔ جو معاشرے میں عدل و انصاف کے منافی اعمال و افعال سرانجام دیتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں پر طنز بھی کرتے ہیں اور ان کی حقیقت بھی آشکار کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب چمن کے دوست ہی چمن کے درپے ہوں تو اس صورت میں کسی سے بھی اپنے غم اور دکھ کا اظہار کرنا بے سود عمل ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں چارہِ سازی کی کوئی امید باقی نہیں رہتی:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلہ

"دوست جب ٹھہرے چمن کے دشمنِ جان بہار
زخم دکھلائیں کسے پھر سینہ چاکانِ بہار"(۸)

احمد فراز نے اپنی غزلیات میں جہاں مزاحمت پسندی کی ہے وہیں ان اسباب کا تذکرہ بھی کیا ہے جو انھیں مائل بہ مزاحمت کرتے ہیں۔ وہ اہلِ زار صاحب حقیقت اور حکمران طبقے کی جانب سے کی جانے والے ایسے اقدامات کا تذکرہ کرتے ہیں جو عدل وانصاف کے منافی ہوتے ہیں۔

احمد فراز کے ہاں حالات وواقعات کی پیشکش کے لیے بہت سی تشبیہات اور استعارات کا استعمال ملتا ہے۔ ان کے اہم استعاروں میں چمن کا استعارہ بھی شامل ہے۔ چمن کے استعارے سے وہ ملک یا ریاست مراد لیتے ہیں۔ اس طرح باغبان کے لفظ سے انھوں نے برسرِ اقتدار طبقہ مراد لیا ہے۔ ملکی سطح پر ان نامساعد مسائل حالات کی مختلف صورتوں کے بیان کے حوالے سے بھی احمد فراز کے ہاں اظہار خیال ملتا ہے۔ وہ اس سلسلے میں کہتے ہیں:

"ہر شاخ چمن کی جل رہی ہے
کیا بادِ مراد چل رہی ہے"(۹)

فراز نے محبت کے کومل جذبات کو اس طرح بیان کیا جو پہلے کم نظر آتے تھے، اور ساتھ ہی انقلابی، باغی اور احتجاجی شاعر کی حیثیت سے بھی پہچانے گئے۔ ان کی شاعری میں رومانویت انسانی دوستی، امن اور احساس پر مبنی ہے جبکہ مزاحمت سیاسی، سماجی اور مذہبی جبر کے خلاف ایک بلند آواز ہے۔ ان کے اشعار میں ایک طرف جذباتی وابستگی ہے تو دوسری طرف ظلم وستم کی سخت تنقید بھی، جس سے ان کی شاعری کی گہرائی اور تاثیر بڑھ جاتی ہے۔

احمد فراز کی شاعری کا حسن یہ ہے کہ انہوں نے مزاحمت کو رومانی لہجے میں بیان کیا، جو فیض احمد فیض کی روایت کو آگے بڑھاتا ہے۔ ان کی غزلیں محبت کی باتیں کرتی ہیں مگر پس منظر میں سماجی جبر کی چھاپ ہوتی ہے۔

یہ شعر آمریت کے خلاف احتجاج ہے، جہاں شاعر مستقبل کی آزادی کی امید رکھتا ہے۔ ان کی نظموں میں ظلم وجبر کے خلاف آواز بلند ہوتی ہے، جیسے سب آوازیں میری ہیں میں، جہاں وہ کہتے ہیں کہ قلم ضمیر کی عدالت ہے۔ فراز کی مزاحمتی شاعری تاثر اور نغمگی میں رومانی شاعری کی ہم پلہ ہے، جو نوجوانوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

ان کی کتابوں جیسے درد آشوب، شبِ خون، غزل بہانہ کروں اور نابینا شہر میں آئینہ میں مزاحمتی فکر غالب ہے۔ یہاں ظلم کی مذمت اور انسانی وقار کی حفاظت مرکزی موضوع ہے۔ فراز کی شاعری نے اردو غزل کو عالمی سطح پر مقبول بنایا، کیونکہ انہوں نے ثابت کیا کہ غزل صرف محبت کی نہیں بلکہ انقلاب کی بھی ہو سکتی ہے۔ ان

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

کے کلام کا انگریزی، ہندی، روسی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوا، جو ان کی مزاحمتی آواز کی عالمگیریت کو ظاہر کرتا ہے۔

احمد فراز کی نظموں میں مزاحمتی رویے: تفہیم و تجزیہ

اردو ادب کی روایت کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ رومانویت کے ساتھ ساتھ مزاحمت کے رویے بھی آغاز سے ہی ادب کا حصہ رہے ہیں۔ البتہ مختلف ادوار میں مزاحمت کا اظہار مختلف صورتوں میں ہوتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر جعفر زٹلی کا شمار بھی مزاحمتی شعراء میں ہوتا ہے لیکن ان کی مزاحمت مزاح کے پردے میں لپٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ اسی طرح اکبر الہٰ آبادی کا شمار بھی اہم مزاحمتی شعراء میں ہوتا ہے۔ جنھوں نے نئی تہذیب اور بدلتی ہوئی اقدار کے خلاف مزاحمت پیدا کی لیکن ان کی مزاحمت بھی مزاحیہ اسلوب کی حامل ہے۔

احمد فراز نئے عہد کے مقبول ترین شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انھیں پاکستان اور پاکستان سے باہر کے علمی و ادبی حلقوں میں بے پناہ پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ احمد فراز کی شاعری میں رومانویت کے ساتھ ساتھ دوسرا اہم ترین موضوع مزاحمت ہے۔ ان کی مزاحمت اپنے معاشرے اور سماج سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔ وہ معاشرتی سطح پر پائی جانے والی تمام ناہمواریوں کے خلاف مزاحمت پیدا کرتے ہیں۔ ان کی مزاحمت ان کی تخلیقات کے مقصدی پہلو کو ابھارتی ہے۔

غزل کا ہر شعر موضوعاتی اعتبار سے اکائی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا مفہوم دوسری شعر کے مفہوم سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ جب کہ نظم میں اس سے مختلف صورتحال نظر آتی ہے۔ نظم کے تمام اشعار موضوعاتی اعتبار سے باہمی طور پر مربوط ہوتے ہیں۔ نظم کے اشعار میں موضوعاتی ہم آہنگی، ربط اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ نظم کے تمام اشعار یا مصرعے ایک مرکزی خیال کی تشکیل میں صرف ہوتے ہیں۔ نظم کے حوالے سے ڈاکٹر اشرف کمال لکھتے ہیں:

> " نظم اشعار کے ایسے مجموعے کو کہا جاتا ہے جس کے تمام اشعار ایک ہی مرکزی خیال پر مبنی ہوں" (۱۰)

بیشتر ناقدین نے نظم کی تعریف میں اس کی موضوعاتی ہم آہنگی کو موضوع بنایا ہے۔ نظم کے تمام اشعار یا تمام مصرعے ایک کل کے اجزاء کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان تمام شعروں یا مصرعوں سے نظم کا فکری ڈھانچہ مکمل ہوتا ہے۔ نظم میں موضوعاتی اعتبار سے تسلسل اور ربط کا پایا جانا ضروری ہے۔ شمیم احمد کے بقول:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلہ

"ہر وہ تخلیق جو خیال کی ریزہ کاری نہیں۔ خیال و فکر کی شیرازہ بندی، تسلسل اور ربط پر مبنی ہے۔ وسیع تر معنوں میں نظم ہے"(۱۱)

احمد فراز کا شمار محض غزل یا محض نظم کے شعرا میں نہیں ہوتا۔ انھوں نے جہاں غزل تخلیق کی ہیں وہیں ان کی نظمیں بھی ان کی پہچان کا معتبر حوالہ ہے۔ احمد فراز کے ہاں نظموں میں مختلف خیالات یا مضامین کی پیشکش ملتی ہے۔ ان کے ہاں دیگر موضوعات کے ساتھ مزاحمتی رویوں کی حامل نظمیں بھی شامل ہیں۔ ان کی مزاحمتی نظموں میں سیاسی، سماجی، مذہبی اور معاشرے کے دیگر کئی پہلوؤں کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔

احمد فراز کی مزاحمتی نظمیں جامعیت کے ساتھ پیش کردہ موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ انھوں نے واقعاتی طرز پر بھی مزاحمتی نظمیں کہی ہیں۔ وہ جہاں بھی انسانیت اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار کی پامالی دیکھتے ہیں اس کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں۔

احمد فراز نے اپنے نظموں میں وطن سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے وطن کے خیالات ہر سطح پر کوششیں کرنے والوں کے خلاف مزاحمتی رویہ اختیار کیا ہے۔ ان کی ایک نظم "اے مری ارضِ وطن" کے عنوان سے ہے۔ اس نظم میں انھوں نے وطن کی حالت زار کا نقشہ بیان کرتے ہوئے اپنے ذمہ داریوں کا بیان شامل کیا ہے۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ جب وطن پر ظلمت کی گھٹا چھائی ہو تو ایک شاعر کے لیے لازم ہے کہ وہ اس ظلم اور ظلم بپا کرنے والو کے خلاف آواز بلند کرے۔ احمد فراز نے نظم میں مزاحمت نہ کرنے اور خاموشی سے ظلم سہنے کو بھی ظلم کی ایک صورت قرار دیا ہے۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ شاعر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ظلم و جبر، استحصال اور استحصالی ٹولے کے خلاف آوازِ بغاوت بلند کرے۔ احمد فراز نے اس نظم میں مزاحمت کے رویے کے ساتھ جڑی کیفیات اور احساسات کے بیان میں خود کو بطور کردار پیش کیا ہے:

تجھ پہ ظلمات کی گھنگور گھٹائی چھائی تھی
اور میں چپ تھا کہ روشن ہے مرے گھر کا چراغ
تیرے میخانے پہ کیا کیا نہ قیامت ٹوٹی
اور میں خوش تھا کہ سلامت ہے ابھی میرا ایاغ
میں نے اپنے ہی گناہ گار بدن کو چوما
گرچہ جوہائے محبت تھے تیرے جسم کے داغ(۱۲)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

نظم "اے میری ارض پاک" میں احمد فراز کی شاعری میں ان کی مزاحمتی منشور واضح ہوتا ہے۔ وہ خود پر لازم خیال کرتے ہیں کہ مزاحمت ہر رنگ اور ہر حال میں ضروری ہے۔ خاص طور پر ارضِ وطن ک کی عظمت اور اس کی سربلندی کے لیے مزاحمت کا ہونا ضروری ہے۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ اگر میں بھی اوروں کی طرح خاموش تماشائی بنوں، یہ سب کچھ دیکھتا رہوں اور صدائے بغاوت بلند نہ کروں تو میرا شمار بھی ایسے لوگوں میں ہو گا جو ظلم سہہ کر ظالم کے ساتھ ظلم میں شریک بن جاتے ہیں۔ احمد فراز کے بقول:

جملہ ذات میں آئینے جڑے تھے اتنے
کہ میں مجبور تھا وہ محوِ خود آرائی تھا
تیری روتی ہوئی مٹی پہ نظر کیا جمتی
کہ میں ہنستے ہوئے جلووں کا تمنائی تھا(۱۳)

نظم کے مندرجہ بالا اقتباس میں احمد فراز نے اپنی فکری حیثیت کو واضح کیا ہے وہ کچھ وقت کے لیے خود کو وطن سے غافل پانے اور خاموش تماشائی بننے پر اظہار ندامت کرتے ہیں۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ اس طرح خاموش تماشائی بننے سے ان کا شمار بھی ایسے لوگوں میں ہوا جو ظلم ہوتا ہوا دیکھ کر زبان بند رکھتے ہیں۔ احمد فراز نے اپنی ندامت کے ساتھ اپنے عزم اور آنے والے کل کے بارے میں بھی وضاحت کی اور اپنی مزاحمت کا اظہار کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ میں ہر رنگ میں حق کی سربلندی کرتے وطن کی خاطر اپنی صدا بلند کروں گا۔ احمد فراز کی نظم ان کے مزاحمتی نصب العین کی عکاسی کرتی ہے۔ گویا یہ ان کے منشور ہے جس پر انھوں نے تمام عمر عمل کیا اور ہمیشہ اس پر کاربند رہے۔ احمد فراز نے خصوصیت کے ساتھ ارضِ وطن کی محبت میں مزاحمتی نظمیں تخلیق کیں جو ان کے مختلف شعری مجموعوں میں شامل ہیں۔

احمد فراز نے جنگ کے زمانے میں بھی اپنی مزاحمتی ذمہ داریوں کا اظہار کیا۔ ۱۹۶۵ کی جنگ اور اس دوران پیدا ہونے والے حالات کے تذکرے میں ان کے متعدد نظمیں شامل ہیں۔ ان کی ایک نظم "اے مرے شہر !" کے عنوان سے ہے۔ یہ آزاد نظم ہے۔ اس نظم میں وہ اس جنگ کے دوران پیدا ہونے والے حالات کے تذکرے میں احساسِ ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

مرے شہر
میں تجھ سے نادم ہوں
اس خامشی کے لیے
جب عدو تیری خواب دیدہ گلیوں پہ
بھیگی ہوئی رات میں
آگ برسا رہا تھا
میں چپ تھا
مرے شہر!(۱۴)

احمد فراز کی مزاحمت کسی خاص فرد، خطے یا علاقے تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ جہاں بھی ظلم دیکھتے ہیں اس کے خلاف اعلانِ بغاوت کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی نظموں میں مختلف خطوں اور ملکوں میں ہونے والے مظالم کا بیان کرتے ہوئے ظلم و جبر کے خلاف صدائے بغاوت بلند کی ہے۔ ان کی بیشتر نظمیں اس حوالے سے خصوصیت کی حامل ہیں۔ انھوں نے دیگر خطوں کے ساتھ کشمیر میں ہونے والے مظالم کے خلاف بھی مزاحمت کی ہے۔ وہ کشمیر کی حالت زار کا نقشہ بیان کرنے کے ساتھ اس کے فطری حسن اور خوبصورتی اور دلکشی کو بھی موضوع بناتے ہیں۔ کشمیر کی خوبصورتی کے ساتھ وہ کشمیر کے موجودہ حالات کا تذکرہ کرتے ہیں اور اس تقابل میں وہ ان کرداروں میں اور کشمیر کی حالت خراب کرنے اور بدامنی و غارت گری کے سبب ہیں۔ احمد فراز نے ان کرداروں کے ساتھ کشمیر کی زبوں حالی کا مفصل احوال بیان کیا ہے۔ وہ مزاحمتی رویہ اختیار کرتے ہوئے اس تمام تر صورتحال کا بیان کرتے ہیں۔ ان کی ایک نظم نیا کشمیر کے عنوان سے ہے۔ اس نظم میں انھوں نے اس موضوع کی پیشکش کی ہے:

مہ و انجم سے تراشے ہوئے تیرے باسی
ظلم و ادبار کے شعلوں سے جہاں سوختہ ہیں
قحط و افلاس کے ادبار میں غرقاب عوام
جن سے تقدیر کے ساحل بھی بر افروختہ ہیں (۱۵)

نظم کے مندرجہ بالا اشعار میں احمد فراز نے کشمیر کے حسن کے تذکرے میں ماضی کی روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ اگرچہ کشمیر ہمیشہ سے جنت نظیر رہا ہے لیکن اس کے باوجود یہاں غاصب اور

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ظالم حکمران رہے ہیں۔ جنھوں نے اس خطے کو پامال کرنے میں کوئی قسم نہیں اٹھار کھی۔ احمد فراز جہاں ظالم اور جابر حکمرانوں کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں وہیں اس خطے کے مستقبل کے لیے پر امید بھی ہیں۔ وہ نظم کے آخری بند میں امید ظاہر کرتے ہیں کہ اب وہ وقت دور نہیں جب اس خطے میں ایک زبردست مزاحمت پیدا ہو گی اور اس مزاحمت کی بدولت انقلاب آئے گا۔ جس کی وجہ سے یہ خطہ دوبارہ امن اور سلامتی کا گہوارا ہو گا۔ احمد فراز کے مطابق مزاحمت امن اور سلامتی کی منزل تک رسائی حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ اہلِ حق ہمیشہ اس راستے پر گامزن رہے ہیں۔ احمد فراز اپنے اشعار میں جہاں مزاحمت کا تذکرہ کرتے ہیں وہیں ماضی کے مختلف کرداروں کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ ان کے ہاں مزاحمتی کرداروں میں کسی خاص مکتبہ فکر کی پسندیدگی نہیں ملتی بلکہ ان کے لیے ہر وہ شخص پسندیدہ ہے جو حق کے لیے صدا بلند کرتا ہے۔

احمد فراز کی نظموں میں مزاحمت کے مختلف سطحیں ملتی ہیں۔ بعض نظموں میں انھوں نے زبانی سطح تک مزاحمت کی ہے۔ وہ مظالم کے خلاف کلمہ حق کہنے کو مزاحمت گردانتے ہیں۔ جب کہ بعض نظموں میں انھوں نے زبانی مزاحمت کے ساتھ عملی صورت میں میدانِ عمل میں اترنے اور برسرِ پیکار ہونے کی تلقین کی ہے۔احمد فراز کی ایک نظم "چلو پھر ہم سب آرا ہوں"کے عنوان سے ہے۔ اس نظم میں انھوں نے عملی صورت میں مزاحمت کرتے ہوئے صف آرا ہونے اور میدان عمل میں اترنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ وہ اپنے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

چلو ہم پھر صف آرا ہوں
صف آرا ہوں
کہ دشمن چار سو آئے
کہ قاتل روبرو آئے
کہ ان کے کاسئہ خالی میں
کچھ اپنا لہو آئے (۱۶)

مزاحمت کے ساتھ قربانی کا عمل جڑا ہوا ہے۔ احمد فراز اپنی نظموں میں جہاں مزاحمت کا بیان کرتے ہیں وہی اس میدان میں قربانی کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ نظم کے مندرجہ بالا اقتباس میں انھوں نے قاتل کے خالی کاسے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

کو اپنے لہو سے بھرنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ یہ جذبہ ان کی قربانی کے عزم کو ظاہر کرتا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ مزاحمت کے لیے اپنی جان کی قربانی بھی پیش کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

احمد فراز نے اپنی نظموں میں مزاحمت سے حاصل ہونے والے مقاصد کا بیان بھی شامل کیا ہے۔ نظم چلو پھر ہم صف آراہوں میں کہتے ہیں:

کہ بجھ جائے ہر ایک مشعل
کہ ظلمت کو بکو آئے
کہ اہل صدق و ایماں بے سہارا ہوں
چلو ہم پھر صف آرا ہوں
صف آ را ہوں کہ پہلے بھی
ستم ایجاد آئے تھے
نشان ظلم اٹھائے تھے
لہو سے تر بتر خنجر (۱۷)

نظم میں چلو ہم پھر صف آراہوں کا مصرع بار بار دہرایا گیا ہے۔ نظم کا عنوان بھی اسی مصرعے پر ہے۔ مصرعے میں پھر کا لفظ مزاحمت کے سلسلے میں کی جانے والی سابقہ تمام کوششوں کا احاطہ کرتا ہے۔ شاعر مزاحمت کی روایت سے اپنا تعلق جوڑتے ہوئے خود کو مزاحمت کے تسلسل کی کڑی میں شمار کرتا ہے۔ نظم میں ہم کا لفظ شاعر کی انفرادی کوشش کے بجائے مزاحمت کے لیے اختیار کیے جانے والے اجتماعی رویے کا عکاس ہے۔ احمد فراز نہ صرف خود میدان عمل میں اترتے ہیں بلکہ وہ اپنے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی شامل کرتے ہیں۔ احمد فراز اپنی نظموں میں مزاحمتی رویے کے بیان میں بعض مقامات پر واعظانہ رنگ بھی اختیار کرتے ہیں۔ اس صورت میں وہ اپنی نظموں میں واعظ و نصیحت کرتے ہوئے مزاحمت کرنے اور اس میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی تلقین کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مزاحمت کے عمل ایک مقدس فریضے کی حیثیت رکھتا ہے جس کی بدولت معاشرے میں عدل و انصاف کا حصول ممکن ہو پاتا ہے۔ اردو نظم میں بہت کم عرصے میں نمایاں سطح پر تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں۔ یہ تبدیلیاں فنی اور فکری ہر دونوں حوالوں سے قابل ذکر ہیں۔ ابتدائی طور پر اردو ادب میں پابند ہائیت کی نظموں کا رواج رہا بعد ازاں اس رجحان میں بدلاؤ پیدا ہوا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلہ

اور آزاد نظم کو فروغ حاصل ہوا۔ آزاد نظم کی ہیت میں بیشتر شعراء نے طبع آزمائی کی بلکہ جدید اردو شاعری آزاد ہیت میں طبع آزمائی کرنے والوں کو ہی جدید شاعر قرار دیا گیا۔ اردو نظم کے بارے میں ناقدین نے جہاں موضوعاتی حوالے سے اس کی جدت کا بیان شامل کیا ہے وہیں جدید نظم کے حوالے سے اس کی ہیت کو بھی شاملِ بحث کیا ہے۔ گوپی چند نارنگ کے بقول:

"آج جو عام نظم کا تصور ہمارے ذہن میں ابھرتا ہے وہ نہ تو مثنوی والے بیانیے سے لگا کھاتا ہے اور نہ سنسکرت کی شعری روایت سے اس کا تعلق ہے بلکہ نظم کے مغربی سانچے۔۔۔۔۔۔ جب کہ ہم مختصر نظم اور طویل نظم کے سوال اٹھاتے ہیں تو ہمارے ذہن میں مغربی سانچے ہی ہوتے ہیں "(۱۸)

نظم کی ہیت میں جہاں نمایاں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہی نظم کے موضوعاتی تناظر میں بھی تغیرات وقوع پذیر ہوئے۔ نظم پر زمانی تغیرات نے بھی براہ راست صورت میں اپنے اثرات مرتب کیے۔ خاص طور پر قیامِ پاکستان کے بعد لکھے جانے والی نظم اس حوالے سے قابل ذکر ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد حالات مسلسل تغیر پذیر رہے۔ اس نو مولود مملکت میں سیاسی، سماجی اور معاشرتی سطح پر کئی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ اردو نظم میں ان تمام تبدیلیوں کے نقوش اجاگر ہوئے ہیں اس حوالے سے خواجہ احمد ذکریا لکھتے ہیں:

"اردو نظم کا نیا سفر پاکستان کے سیاسی، اقتصادی، سماجی اور تہذیبی سفر کے متوازی رہا ہے۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد جو نظم تخلیق کی گئیں۔ وہ اس زمانے کے انتشار، فسادات اور امید و مایوسی کی داستانیں سناتی ہیں۔ جوں جوں ملکی حالات جبر اور گھٹن کا شکار ہوتے گئے نظم میں ابہام، علامیت اور لسانی شکست و ریخت و جھلکنے لگی "(۱۹)

خواجہ محمد زکریا نے نظم پر حالات کی عکاسی کا بیان شامل کیا ہے۔ انھوں نے ملکی سیاسی تناظر میں جبر اور استحصال کے رویوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ احمد فراز کی شاعری میں بھی اسی گھٹن اور جبر کی فضا کی عکاسی کا بیان ملتا ہے، لیکن وہ خود کو اس فضا سے ہم آہنگ کرنے کے بجائے اس کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں۔ ان کی نظم نگاری میں مزاحمت کا بنیادی محرک اس طرز کی سیاسی اور معاشرتی گھٹن ہے۔ وہ اس گھٹن کو ہر صورت میں ناقابل قبول قرار دیتے ہیں۔ ان کی نظموں میں سیاسی اور معاشرتی جبر کی تمام صورتوں کا رویہ ملتا ہے۔ وہ کسی بھی صورت جبر اور استحصالی قوتوں کے سامنے سرنگوں کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے ہاں مزاحمت کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

بیان میں حمیت، غیرت اور قربانی پیش کرنے کے عزائم کا بیان ملتا ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں جابجا مزاحمت کی پاداش میں ملنے والی سزاؤں اور پیدا ہونے والے حالات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی ایک نظم "دیکھنا یہ ہے" کے عنوان سے ہے۔ اس نظم میں انھوں نے جابر اور استحصالی طبقات کے خلاف زبردست مزاحمتی رویہ اپنا ہے۔ نظم کے آغاز میں ہی وہ مزاحمت کا بیان کرتے ہیں:

آج اغیار کے تیروں سے بدن
پر میرے پھر وہی زخم چمکتے ہیں
ستاروں کی طرح
پھر اسی دشمن جاں دشمنِ دیں کے ہاتھوں(۲۰)

نظم کے مندرجہ بالا اشعار میں احمد فراز نے ظلمت کی رہن سہن قوتوں اور ان کے مقاصد کا بیان شامل کیا ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے موضوع اور برمحل مثالیں پیش کی ہیں۔ احمد فراز نے اس سلسلے میں تشبیہات کا بھی برمحل استعمال کیا ہے۔ انھوں نے رات کے سفاک شکاری کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی فکر کے عکاسی کی ہے کہ وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرنے کا متمنی ہوتا ہے۔ اس طرح انھوں نے چراغ کو سرِ دیوار تنہا پاکر تند شعلوں کے ٹوٹ پڑنے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ نظم میں سورج اور چراغ سے مراد شاعر خود بھی ہو سکتا ہے اور مزاحمت کرنے والا کوئی اور کردار بھی احمد فراز نے جہاں ہواؤں کے چراغ بجھانے اور شب کے سفاک شکاری کی سورج کا بیان کیا ہے۔ وہیں انھوں نے مزاحمت اور مزاحمت کے امکانات بھی واضح کیے ہیں۔ ان مکانات میں انھوں نے وضاحت کی ہے کہ کس طرح اور کس صورت میں حالات کا دھارا بدل سکتا ہے اور مزاحمت کے لیے کی جانے والی کوششیں بار اور ہو سکتی ہیں:

میرے دشمن نے یہ سوچا ہی نہیں تھا شاید
یہ دیا بادِ فنا سے بھی بھڑک سکتا ہے
اس کو قوت پہ تکبر ہے مگر تجھ کو یقین
دستِ بازو نے قاتل کو جھٹک سکتا ہے
میرے جلاد کو معلوم نہیں ہیں شاید
میرا دل دست اجل میں بھی دھڑک سکتا ہے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

جانے کس زعم میں آیا تھا مقابل میرے
وہ اندھیروں کا پجاری وہ اجالوں کا عدو
اس نے ایک مشعل تاباں کو بجھانا چاہا! (۲۱)

احمد فراز کی نظموں میں مزاحمت کی ذیل میں مختلف سطحوں پر اظہار خیال ملتا ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں تاریخ تناظر میں بھی مزاحمت سے متعلق موضوعات کی پیشش کی ہے۔ وہ مزاحمت کے بیان میں تلمیحات کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ تلمیحات کے تذکرے میں وہ کسی تلمیح کا استعمال کرتے ماضی کے کسی واقعے کردار یا مقام کے تذکرے سے حال کو اہم آہنگ کرتے ہیں اور اس کی مناسبت سے حال کی صورت کا بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے تلمیحات میں بعض کرداروں کی متعدد مقامات پر پیشکش کی ہے۔ وہ ان کرداروں کی مدد سے اپنے عہد کے لوگوں کو غیرت اور حمیت کا سبق پڑھاتے ہیں اور ان کے عزائم کو بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ احمد فراز کی تلمیحات میں کربلا اور امام حسین کی تلمیحات بھی شامل ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں واقعہ کربلا کو عظیم مزاحمت کی صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ ان کرداروں کی مدد سے اپنے عہد کے لوگوں کی غیرت اور حمیت کا سبق پڑھاتے ہیں اور ان کے عزائم کو بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ احمد فراز کی تلمیحات میں کربلا اور امام حسین کے تلمیحات بھی شامل ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں واقعہ کربلا کو عظیم مزاحمت کی صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ اس واقعہ کے پس منظر میں مزاحمت اور مزاحمت کی مشکلات کے ساتھ ساتھ اس کے ثمرات کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ احمد فراز نے اس حوالے سے امام حسین کے کردار کی بھی پیشکش کی ہے۔ وہ ان کے کردار کو مزاحمتی حوالے سے مثالی نے نمونہ قرار دیتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مزاحمت کے عمل کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔ احمد فراز امام حسین کی شخصیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی شخصیت کے مزاحمتی رویوں کو اجاگر کیا ہے۔ ان کی ایک نظم "سید الشہداء" کے عنوان سے ہے:

دشتِ غربت میں صداقت کے تحفظ کے لیے
تو نے جان دے کے زمانے کو ضیابخشی تھے
ظلم کی وادی خونیں میں قدم رکھا تھا
حق پرستوں کو شہادت کی ادابخشی تھی (۲۲)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

نظم سید الشہداء میں اگرچہ امام حسین کی عظمت کا بیان کیا گیا ہے اور شاعر نے امام حسین کی شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی ہمت اور دلیری کا احوال بیان کیا ہے لیکن نظم کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ احمد فراز نے امام حسین کی شخصیت کو حال سے جوڑا ہے۔ وہ اپنے عہد کے ظلم و ستم اور استحصالی طبقات کا تذکرہ کرتے ہوئے امام عالی مقام کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ حق کا حصول اس راستے پر چل کر ہی ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ احمد فراز نے نظم میں امام حسین کا تذکرہ کرتے ہوئے اشعار میں اپنے عہد کے حالات کا بیان کیا ہے:

لیکن اے سیدِ کونین حسین ابن علی
آج پھر دہ میں باطل کی صف آرائی ہے
آج پھر حق کے ستاروں کا انعام ہے دار
زندگی آج پھر اسی وادی میں اتر آئی ہے
آج پھر مد مقابل میں کئی شمرو یزید
صدق نے جن کو مٹانے کی قسم کھائی ہے[۲۳]

نظم میں جہاں امام حسین کا کردار مزاحمت کی صورت میں آیا ہے وہیں احمد فراز نے اپنے عہد کے ظالم اور جابر کرداروں کے لیے یزید اور شمر کی تلمیحات استعمال کی ہیں۔ گویا وہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح امام حسین یزید اور شمر جیسے کرداروں کے خلاف مزاحمت اختیار کی اسی طرح لازم ہے کہ آج بھی اس روش پر چلنے والے کرداروں کے خلاف میدان عمل میں اترا جائے۔ قیام پاکستان کے بعد لکھے جانے والی نظم میں کئی اہم موضوعات شامل ہیں۔ ان موضوعات کے پس منظر میں کئی اہم واقعات کو بھی دخل حاصل ہے۔ خاص طور پر ۱۹۶۵ کی جنگ کا واقعہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ۱۹۶۵ کی جنگ نے پاکستانی قوم کے تمام افراد پر یکساں صورت میں اپنے اثرات مرتب کیے۔ عوامی سطح پر ایک زبردست تحریک پیدا ہوئی۔ پاکستانی افواج کے ساتھ پاکستانی عوام نے بھی دلیری اور ہمت کے ساتھ میدان عمل میں اپنی بے مثال قربانی کی مثالیں رقم کیں اور نظم میں بھی ۱۹۶۵ کی جنگ کا واقعہ اہم موضوع کے حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستانی شعراء نے اس واقعے کے متعلقات کا بیان کرتے تو اس کے متعدد پہلوؤں کو شامل سخن کیا ہے۔ خواجہ محمد ذکریا لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

"۱۹٦۵ کی پاک بھارت جنگ کے زمانے میں قوم ایک نئے عزم سے آشنا ہوئی ہے۔ متعدد شعرا نے اس ضمن میں کامیاب نظمیں تخلیق کیں اور قومی احساسات کا از سر نو دریافت کا عمل شروع ہوا"(۲۴)

۱۹٦۵ کے تناظر میں نظمیں تخلیق کرنے والے شعراء میں اہم حیثیت رکھنے والے شاعروں میں احمد فراز بھی شامل ہیں۔ احمد فراز نے بھی اس موقع پر شاندار نظمیں تخلیق کیں۔ اس تناظر میں ان کی لکھی جانے والی نظموں میں سب سے اہم ترین موضوع ان کی مزاحمت پسندی ہے۔ وہ جہاں قومی حمیت اور غیرت کا تذکرہ کرتے ہیں وہیں اہلِ وطن سے مخاطب ہو کر انھیں ان قوتوں کے خلاف بر سرِ میدان اترنے کی تلقین بھی کرتے ہیں جو ارضِ وطن کے لیے ناپاک عزائم دل میں لیے اس دھرتی پر اترے۔ احمد فراز نے ۱۹٦۵ کی جنگ کے حوالے سے کئی ترانے بھی لکھے۔ ان کے ترانوں میں بھی بنیادی محرک اور جذبہ مزاحمت ہی ہے۔ وہ مزاحمتی رویہ اپناتے ہوئے طاغوتی اور استحصالی طبقات کے خلاف اعلان بغاوت کرتے ہیں:

لبوں پہ اہلِ امن کے
لہو ترنگ ہی سہی
عدو سے جنگ ہی سہی
چلو کہ دشمنوں کا یہ گھمنڈ
توڑ دیں
جو ہاتھ ہم پہ ظلم کا اٹھے
اسے مروڑ دیں
غنیم پہ یہ عرصہ حیات
تنگ ہی سہی
عدو سے جنگ ہی سہی
جنگ ہی سہی
کہاں گیا ہے تو
میرے دیارِ پاک کو پکار کر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25
ماخذ تحقیقی مجلّہ

جو حوصلہ ہے کچھ تو سامنے سے وار کر
اگر جواب خشت و سنگ ہے
تو سنگ ہی سہی
عدو سے جنگ ہی سہی
جنگ ہی سہی (۲۵)

ترانے کے مندرجہ بالا منتخب اقتباس میں احمد فراز نے طاغوتی اور استحصالی طبقات کو مخاطب کیا ہے۔ انھوں نے ان طبقات کے خلاف اعلانِ بغاوت کرتے ہوئے خود کو جنگ پر آمادہ اور تیار پایا ہے۔ وہ اپنے ہم وطنوں کو بھی میدان جنگ میں سرخرو اور کامیاب پاتے ہیں۔ انھوں نے اپنے اشعار میں اپنے عزائم اور جذبات کا اظہار کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ وہ اپنی خود مختاری اور آزادی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے ہمیشہ تیار ہیں اور ان کے دل میں مزاحمت و انقلاب کے جذبات موجزن ہیں۔

احمد فراز قوم کی آدی خود مختاری اور سالمیت کو اس ملک کو کا مشترکہ مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ کسی ایک فرد کے ذاتی یعنی انفرادی نہیں ہے بلکہ تمام قوم اس مسئلے میں ان کے ساتھ شامل اور شریک ہیں۔ ان کی ایک نظم "سبھی شریکِ سفر ہیں" کے عنوان سے ہے۔ اس نظم میں انھوں نے اس موضوع کے پس منظر میں تمام افرادِ قوم کو شریکِ سفر قرار دیا ہے یہ نظم مختلف بندوں پر مشتمل ہے۔ پہلے بند میں شاعر نے ملکی سالمیت اور قومی آزادی کو مشترکہ مسئلہ قرار دیا اور وضاحت کی ہے کہ کوئی بھی فرد اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ خود کو قومی حمیت سے بے تعلق رکھے۔ نظم کے دوسرے بند میں احمد فراز نے وضاحت کی ہے کہ اس ملک پر جب بھی کڑا وقت آتا ہے تو افرادِ قوم ایک ساتھ لبیک کہتے ہوئے میدانِ عمل میں اترتے ہیں۔ احمد فراز نے اس سلسلے میں مختلف طبقات کا تذکرہ کرتے ہوئے قومی حمیت، غیرت اور مزاحمت پسندی کا بیان کیا ہے:

ہمیں خبر ہے کہ جنگاہ جب پکارتی ہے
تو غازیانِ وطن میں فقط نہیں جاتے
تمام قوم میں لشکر کا روپ دھارتی ہے
محاذِ جنگ پہ مردان خر تو شہروں میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

تمام خلق بدن پر زرہ میں سنوارتی ہے
ملوں میں چہرہ مزدور تمتماتا ہے
تو کھیتوں میں کسان اور خون بھرتے ہیں
وطن پہ جب بھی کوئی سخت وقت آتا ہے
تو شاعرانَ دل انگار کا غیور قلم
مجاہدانِ جری کے رجز سناتا ہے[۲۶]

نظم کے مندرجہ بالا اشعار میں شاعر نے زندگی کے مختلف طبقات کا تذکرہ کیا ہے اور اس تذکرے میں انھوں نے ان کے مزاحمتی رویوں کا بیان شامل کیا ہے۔ احمد فراز نے اس مزاحمت میں ملوں میں کام کرنے والے مزدور، کھیتوں میں کام کرنے والے کسانوں کے ساتھ شاعروں کو بھی شامل کیا ہے جو اپنے انداز میں مزاحمت میں اپنا حصہ شامل کرتے ہیں۔ احمد فراز کے مطابق اس جذبے خود مختاری اور مزاحمت پسندی کی بدولت قوم کا ہر فرد سپاہی کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔

احمد فراز کے نزدیک شاعر یا تخلیق کار پر بھی معیشت کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خود کو معاشرہ اور معاشرے کے مسائل کے ساتھ وابستہ رکھے اور معاشرتی سطح پر ہونے والے تمام عوامل کو اجاگر کرے۔ اگر معاشرے میں کہیں کوئی ظلم و ستم یا استحصال ہو رہا ہو تو وہ اس کے خلاف اعلانِ بغاوت کرتے ہوئے صدا بلند کرے۔ احمد فراز کی ایک نظم "شاعر" کے عنوان سے ہے۔ جس نظم میں انھوں نے اردو کی شعری روایت کا تذکرہ کرتے ہوئے ماضی میں شعرا کی حیثیت اور ان کے منصب کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے درباری شعرا کا حوالہ دیا ہے کہ وہ بھی شاعر تھے جنھوں نے درباروں سے وابستہ ہو کر شاعری کی اور ان کی شاعری وقت کے بادشاہوں کے قصیدوں پر مبنی تھی۔ احمد فراز نے شاعری کو وقت گزاری کے معانوں میں بھی برتا ہے۔ وہ اپنی شاعری اور شاعری کے مقاصد کا بیان کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ اب میری شاعری حق گوئی اور مزاحمت پسندی کی دلیل کا درجہ رکھتی ہے:

میں دیکھ رہا تھا کہ میرے یاروں نے بڑھ کر
قاتل کو پکارا کبھی مقتل میں صدا دی
گاہے رسن و دار کے آغوش میں جھولے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

گاہے حرم و دیر کی بنیاد ہلا دی
جس آگ سے بھرپور تھا ماحول کا سینہ
وہ آگ میرے لوح و قلم کو بھی پلا دی
اور آج شکستہ ہُوا ہر طوقِ طلائی
اب فن مرا دربار کی جگہ نہیں ہے
اب مرا ہنر ہے میرے جمہور کی دولت
اب مرا جنوں خائفِ تعزیر نہیں ہے
اب دل پہ جو گزرے گی وہ بے ٹوک کہوں گا
اب میرے قلم پہ کوئی زنجیر نہیں ہے(۲۷)

مزاحمت کے لیے قلم کا آزاد اور فکر کا بےلاگ ہونا ضروری ہے۔احمد فراز اس پہلو کا بیان کرتے ہوئے اپنی آزادی فکر اور آزادی رائے کا اظہار کرتے ہیں وہ واضح کرتے ہیں کہ اب میرا قلم آزاد ہے اور میرا قلم کسی دربار سے وابستہ نہیں ہے۔اس لیے اب میں آزادی کے ساتھ حق کی علمبرداری اور ظلم کے خلاف لکھوں گا۔

احمد فراز ظلم کی تمام صورتوں کے خلاف مزاحمتی رویہ اپناتے ہیں۔ ان کے لیے مزاحمت کی تمام صورتیں اور تمام انداز ناقابل قبول ہیں۔ انھوں نے اپنی نظموں میں مزاحمت کرتے ہوئے جہاں اپنے عہد کے حالات کے عکاسی کی ہے وہیں ماضی کے بعض واقعات پر بھی نظم تخلیق کی ہیں۔ماضی کے واقعات میں وہ ظلم اور ناانصافی پر مبنی ہونے والے اعمال وافعال کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اور مزاحمت کرتے ہیں۔

احمد فراز نے اپنی غزلوں اور نظموں میں مزاحمت پسندی کے حوالے سے مختلف پہلوؤں کے پیشکش کی ہے۔ ان کی مزاحمت کے پسِ منظر میں سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی ناہمواریوں کا عکس نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنی تخلیقات میں ہر اس رویے کے خلاف مزاحمتی رویہ اپنایا ہے جو معاشرے میں عدل اور انصاف کے منافی نظر آتی ہے۔

احمد فراز کی شاعری میں رومانویت اور مزاحمت کے عناصر گہرے اور مربوط انداز میں ملتے ہیں۔ اگرچہ فراز کو بنیادی طور پر ایک رومانوی شاعر کے طور پر جانا جاتا ہے، لیکن ان کی شاعری کا مزاحمتی پہلو بھی نہایت اہم اور

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

واضح ہے۔ ان کے کلام میں محبت اور جذبات کی نزاکت کے ساتھ ساتھ اس وقت کے سیاسی و سماجی حالات کے خلاف احتجاج اور مزاحمت کی آواز بھی شامل ہوتی ہے۔ فراز نے اپنے عہد کی آمریت، ظلم و ستم، سیاسی جبر اور سماجی ناانصافیوں کے خلاف شاعری کے ذریعے بغاوت کا پیغام دیا۔

ان کی شاعری میں رومانویت محبت، ہجر، فراق اور انسانی تعلقات کے حساس اور گہرے جذبات کی نمائندگی کرتی ہے، جبکہ مزاحمت ظلم، جبر اور آزادی کی خواہش کے لیے احتجاج کی صورت ہے۔ فراز کی زبان میں محبت ایک فنی اور جذباتی حسن کے ساتھ آزادی، انسانیت اور وقار کی حمایت کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ اس کی مثال ان کے شعر میں ملتی ہے جہاں وہ نہ صرف دل شکنی کے غم کو بیان کرتے ہیں بلکہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی ہمت بھی دکھاتے ہیں۔

لہٰذا، احمد فراز کی شاعری میں رومانویت اور مزاحمت ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، جہاں محبت آزادی کی جدوجہد کا استعارہ بنتی ہے اور مزاحمت انسانی جذبات کی پختگی اور اجتماعی شعور کی بیداری کا ذریعہ۔ یہی امتزاج انہیں اردو ادب کے ایک معتبر، موثر اور دلکش مزاحمتی شاعر کے طور پر ممتاز کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ آفتاب احمد عرشی: احمد فراز کی شاعری کا تنقیدی جائزہ، نئی دہلی: جی این کے پبلشرز، ۲۰۲۲، ص ۲۰

۲۔ گلزار جاوید: انٹرویو بعنوان "براہ راست" مشمولہ، ماہنامہ، چہار سو، فراز نمبر، ص ۹

۳۔ آفتاب احمد عرشی، ڈاکٹر: احمد فراز کی شاعری کا تنقیدی جائزہ، ص ۲۸

۴۔ ساجد امجد: شاعر جاناں، مشمولہ، ہما، دہلی دسمبر ۲۰۰۸، ص ۲۹۶

۵۔ ایضاً، ص ۱۱۳

۶۔ غیاث الدین فاروقی، پروفیسر: احمد فراز شخصیت اور شاعری، بیجاپور بلیو سٹار پبلشرز، ۲۰۱۵، ص ۴۷

۷۔ احمد فراز: شہر سخن آراستہ ہے، اسلام آباد دوست پبلکیشنز، ۲۰۱۳، ص ۳۴

۸۔ ایضاً، ص ۴۰

۹۔ ایضاً، ص ۴۵

۱۰۔ اشرف کمال، ڈاکٹر: اصطلاحات، کراچی: بک ٹائم، ۲۰۱۷، ص ۴۱۴

۱۱۔ شمیم احمد: اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں، لاہور: مکتبہ عالیہ، اشاعتِ اول، ۱۹۸۳، ص ۱۰۰

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

۱۲۔ احمد فراز: شہر سخن آراستہ ہے، ص ۶۰۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۶۰۶

۱۴۔ ایضاً، ص ۶۱۲

۱۵۔ ایضاً، ص ۶۱۸

۱۶۔ ایضاً، ص ۶۲۱

۱۷۔ ایضاً، ص ۶۲۲

۱۸۔ گوپی چند نارنگ: بحوالا طویل نظم، مختصر نظم (مرتب) بلراج کومل، مشمولہ، اورق، لاہور: جلد ۱۹ شمارہ ۴، ۳مارچ، اپریل، ۱۹۸۴، ص ۴۵

۱۹۔ خواجہ محمد زکریا: اردو نظم کے پچاس سال، مشمولہ، نوائے وقت، روزنامہ ۱۵ جولائی، ۱۹۹۷

۲۰۔ احمد فراز: شہر سخن آراستہ ہے، ص ۶۵۳

۲۱۔ ایضاً، ص ۶۵۵

۲۲۔ ایضاً، ص ۶۶۵

۲۳۔ ایضاً، ص ۶۶۶

۲۴۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر: اردو نظم کے پچاس سال، ۸۴

۲۵۔ احمد فراز: شہر سخن آراستہ ہے، ص ۶۶۸

۲۶۔ ایضاً، ص ۶۷۸

۲۷۔ ایضاً، ص ۲۳